البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یوسف

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ثُمَّ بَدَالَهُمۡ مِّنۢ بَعۡدِ مَا رَاَوُا الۡاٰيٰتِ لَيَسۡجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ
السِّجۡنَ فَتَيٰنِ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّىۡۤ اَرٰىنِىۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا وَقَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّىۡۤ اَرٰىنِىۡۤ

پھر (اُس کی بے گناہی کی) یہ نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی اُنھوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لیے قید کر دیں۔[۵۰] اُس کے ساتھ دو اور نوجوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے۔[۵۱] اُن

۵۰۔ یوسف علیہ السلام چونکہ غلام تھے، اِس لیے قدیم رواج کے مطابق آپ کو جیل بھیجنے کے لیے کسی عدالتی کارروائی کی ضرورت نہیں تھی۔ اُس زمانے کے آقاؤں کو اپنے غلاموں پر غیر محدود اختیارات حاصل تھے۔ چنانچہ آپ کے آقا نے بھی اپنے اِسی اختیار کے تحت آپ کو اِس خیال سے جیل بھجوا دیا کہ زلیخا کے دماغ سے اِن کا خبط بھی نکل جائے گا اور لوگ بھی یہی سمجھیں گے کہ جس کو سزا ملی ہے، قصور بھی اُسی کا ہوگا۔ قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ دوسرے اعزہ و اقربا بھی اِس فیصلے میں شریک تھے، اِس لیے کہ اپنی ناک بچانے کے لیے وہ بھی مصلحت اِسی میں دیکھ رہے تھے۔

۵۱۔ بائیبل کی روایت ہے کہ اِن میں سے ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا نان پز تھا۔ تالمود میں مزید وضاحت ہے کہ شاہ مصر نے اِن نوجوانوں کو اِس قصور پر جیل بھیجا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر روٹیوں میں کچھ کرکراہٹ پائی گئی

اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۶﴾
قَالَ لَا يَاۡتِيۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا
عَلَّمَنِىۡ رَبِّىۡ ؕ اِنِّىۡ تَرَكۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

میں سے ایک نے (ایک دن) اُس سے کہا: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں[۵۲]۔ دوسرے نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے چڑیاں کھا رہی ہیں۔ ہمیں اِس کی تعبیر بتائیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جو خوبی اختیار کرتے ہیں[۵۳]۔ یوسف نے کہا: یہاں جو کھانا تمھیں ملتا ہے، وہ آئے گا نہیں کہ اُس کے آنے سے پہلے میں تمھیں اس کی تعبیر بتا دوں گا[۵۴]۔ یہ اُس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے[۵۵]۔ میں نے اُن لوگوں کے

تھی اور شراب کے پیالے میں ایک مکھی نکل آئی تھی۔ ہمارے ہاں کی روایتوں میں اِس کے برخلاف یہ بیان کیا گیا ہے کہ دونوں پر الزام تھا کہ اُنھوں نے بادشاہ کے کھانے میں زہر ملانے کی کوشش کی ہے۔

۵۲؎ اصل الفاظ ہیں: 'اِنِّيۡۤ اَرٰنِيۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا'۔ شراب بنانے کے لیے انگور نچوڑے جاتے ہیں، لیکن قرآن نے یہاں شے کو اُس کی غایت کے لحاظ سے تعبیر کرنے کا اسلوب اختیار کیا ہے۔

۵۳؎ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قید خانے میں یوسف علیہ السلام کس نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اِن نوجوانوں نے جس طرح اُنھیں مخاطب کیا ہے، اُس سے واضح ہے کہ جیل کے لوگ اُنھیں کوئی مجرم نہیں، بلکہ ایک نہایت نیک نفس انسان سمجھتے تھے اور اُنھیں معلوم تھا کہ اپنے اخلاق و کردار کی پاکیزگی وہ کیسی سخت آزمایشوں میں ثابت کر چکے ہیں۔ چنانچہ بائیبل کا بیان ہے کہ صرف قیدی ہی نہیں، قید خانے کے حکام اور اہل کار بھی اُن کے معتقد ہو چکے تھے۔ پیدایش میں ہے:

> ''قید خانے کے داروغہ نے سب قیدیوں کو جو قید میں تھے، یوسف کے ہاتھ میں سونپا اور جو کچھ وہ کرتے، اُسی کے حکم سے کرتے تھے۔ اور قید خانے کا داروغہ سب کاموں کی طرف سے جو اُس کے ہاتھ میں تھے، بے فکر تھا۔''
>
> (۳۹: ۲۲-۲۳)

۵۴؎ قید خانے کی زندگی میں کھانے کی تقسیم وغیرہ کے مواقع ہی شب و روز کی یکسانی میں کچھ تغیر پیدا کرتے ہوں گے۔ حضرت یوسف نے غالباً اِسی بنا پر اِس کا حوالہ دیا ہے۔ آگے کی آیتوں سے واضح ہے کہ تعبیر بتانے کے

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِ یْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا

مذہب کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں[56] اور اپنے بزرگوں، ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کا طریقہ اختیار کر لیا ہے[57]۔ ہم کو حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھیرائیں۔ یہ ہم پر اور تمام انسانوں پر اللہ کا فضل ہے (کہ اُس نے یہ حقیقت اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے واضح کر دی

لیے یہ مہلت آپ نے صرف اِس لیے حاصل کی تھی کہ اِس سے فائدہ اٹھا کر آپ اپنی دعوت اُن کے سامنے پیش کر سکیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اِس کا اثر تعبیر پوچھنے والوں پر تو یہ پڑا ہو گا کہ حضرت یوسف نے اُن کے خوابوں کو اہمیت دی ہے۔ وہ سرسری طور پر الٹی سیدھی کوئی بات بتا کر اُن کو ٹالنا نہیں چاہتے، بلکہ سوچ کر یا اپنے رب سے رجوع کرنے کے بعد اُن کی تعبیر بتائیں گے اور اُدھر خود حضرت یوسف نے اِس التوا سے اُس حق کی تبلیغ کے لیے ایک نہایت اچھا موقع پیدا کر لیا جو اُن کی زندگی کا سب سے زیادہ محبوب مقصد بن چکا تھا۔ اُنھوں نے جب دو دلوں کو اپنی طرف مائل دیکھا تو صرف اُن کی اندھی بہری عقیدت ہی پر قانع نہیں ہو گئے، بلکہ چاہا کہ اُن کو اللہ کی بندگی کی وہ دعوت پہنچا دیں جو اگر وہ قبول کر لیں تو اُن کی دنیا اور آخرت، دونوں سنور جائیں۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۲۱۸)

۵۵؎ یہ نہایت عمدہ تمہید ہے جس سے یوسف علیہ السلام نے اُن نوجوانوں کی ضرورت کو اپنی ذات سے اٹھا کر نہایت خوبی کے ساتھ اپنے پروردگار سے متعلق کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے لیے میرے پاس آئے ہو، اُس کا منبع اور سرچشمہ میں نہیں، بلکہ میرا پروردگار ہے۔ چنانچہ خواب کی تعبیر جاننا چاہتے ہو تو تھوڑی دیر کے لیے ٹھیر کر تعبیر کا علم دینے والے کی معرفت بھی حاصل کر لو۔

۵۶؎ یہ اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ میں نے جو کچھ چھوڑا اور جو کچھ اختیار کیا ہے، اپنے باطن میں اچھی طرح اُس کا تجزیہ کر کے اور علم و عقل کی میزان میں اُس کو تول کر چھوڑا اور اختیار کیا ہے۔ اِس سے، اگر غور کیجیے تو اُنھوں نے یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ خدا پر ایمان کے ساتھ مشرکانہ عقائد کے پیوند کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ اِسے اختیار کیا جائے تو اُن لوگوں کے طریقے کو لازماً چھوڑنا پڑتا ہے جو خدا کے شریک ٹھیراتے یا خدا اور آخرت پر سچا ایمان نہیں رکھتے۔

۵۷؎ یہ حوالہ جس انداز سے دیا گیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن بزرگوں کے نام اُن لوگوں کے لیے اجنبی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ
الۡقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ
اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ
الۡقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾

ہے)، لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ میرے زنداں کے ساتھیو، کیا الگ الگ بہت سے خدا بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ تم اُس کے سوا چند ناموں ہی کی بندگی کر رہے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے اُن کی کوئی سند نہیں اتاری ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) اقتدار صرف اللہ کا ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ خود اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی دین قیم ہے، مگر بہت سے لوگ (اِس حقیقت کو) نہیں جانتے[58]۔ ۳۵-۴۰

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

نہیں تھے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اِن کا نام لے کر ایک ہی جملے میں پوری دعوت کا تعارف بھی کرا دیا اور یہ بات بھی واضح کر دی کہ میں کوئی نئی بات لے کر نہیں آیا، بلکہ وہی پیغام تمھیں پہنچا رہا ہوں جو یہ اکابر و مشاہیر اِس سے پہلے پہنچاتے رہے ہیں۔ اُن کے مخاطبین نے اِس پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ اِس سے یہ بات مزید واضح ہوئی کہ اُس وقت تک جیل کے لوگ جان چکے تھے کہ وہ کس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔

۵۸؎ یوسف علیہ السلام کی یہ تقریر قرآن میں توحید کی بہترین تقریروں میں سے ہے، اور ٹھیک اُس موقع پر کی گئی جب مخاطبین اِس کو سننے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔ اِس میں اُنھوں نے پہلے اُن کی توجہ علم و حکمت کے اصل سرچشمے کی طرف مبذول کرائی ہے۔ پھر اُس سفر کا حوالہ دیا ہے جو خود اُنھوں نے باطل کو چھوڑ کر حق تک پہنچنے کے لیے کیا ہے۔ اِس کے بعد ملت توحید کی تاریخی عظمت اور اہمیت واضح کی ہے۔ پھر بندگی کا یہ تقاضا واضح کیا ہے کہ بندہ ہو کر کسی کو خدا کا شریک ٹھیرایا جائے، اِس کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اِس کے بعد خدا کے اُس امتنان و احسان کی طرف توجہ دلائی ہے جو اُس نے پیغمبروں کی بعثت سے انسانیت پر کیا ہے۔ پھر اُن نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے اور دیکھیے کہ کس دل نواز انداز سے مخاطب کیا ہے۔ ہمدردی اور محبت کے جذبات جو مصیبت کے اشتراک سے ایک دوسرے کے لیے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ خطاب اُن کو بڑی بلاغت کے ساتھ ابھارتا ہے تاکہ مخاطبین اِس کو پوری

يٰصَاحِبَيِ السِّجۡنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسۡقِيۡ رَبَّهٗ خَمۡرًا وَاَمَّا الۡاٰخَرُ فَيُصۡلَبُ فَتَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡ رَّاۡسِهٖ قُضِيَ الۡاَمۡرُ الَّذِيۡ فِيۡهِ تَسۡتَفۡتِيٰنِ ﴿۴۱﴾

وَقَالَ لِلَّذِيۡ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنۡهُمَا اذۡكُرۡنِيۡ عِنۡدَ رَبِّكَ فَاَنۡسٰهُ الشَّيۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِيۡنَ ﴿۴۲﴾

میرے زنداں کے ساتھیو، (تمھارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) تم میں سے ایک تو (اپنے منصب پر بحال ہو جائے گا اور) اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا تو اُسے سولی دی جائے گی، پھر پرندے اُس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اُس بات کا فیصلہ ہوا جس کے بارے میں تم دونوں پوچھ رہے تھے۔ ۴۱

اُن میں سے جس کے بارے میں یوسف نے خیال کیا کہ وہ رہا ہو جائے گا، اُس نے اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا۔[۵۹] مگر شیطان نے اُس کو اپنے آقا سے یہ ذکر کرنا بھلا دیا۔[۶۰] سو یوسف کئی سال تک (اُسی طرح) قید خانے میں پڑا رہا۔ ۴۲

توجہ کے ساتھ سنیں اور اِس کے ہر لفظ کو باہمی خیر خواہی اور اخلاص پر محمول کریں۔ اِس کے بعد اصل دعوت پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک خدا کا تعلق ہے، وہ تو ایک بدیہی حقیقت، بلکہ ابدہ البدیہیات ہے اور اُس کے بندے مجبور ہیں کہ اُس کی آقائی کو تسلیم کریں، لیکن اُس کے ساتھ کچھ دوسروں کو بھی آقا تسلیم کر لیا جائے، یہ کہاں کی دانش مندی ہے؟ کون یہ پسند کرے گا کہ بغیر کسی ضرورت کے کسی کی غلامی کا پٹا اپنی گردن میں ڈال لے؟ پھر مزید یہ کہ ایک ایسی بات کیوں مانی جائے جس کی کوئی ادنیٰ شہادت نہ ہماری عقل میں ہے، نہ فطرت میں اور نہ انفس و آفاق میں؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ خدا نے بتایا ہے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اِس کے حق میں بھی کوئی چیز پیش نہیں کی جا سکتی۔ جو کچھ مانا جا رہا ہے، وہ محض نام ہیں جو بغیر کسی دلیل کے لوگوں نے رکھ لیے ہیں۔ تمام اقتدار خدا کا ہے اور جو دین اُس نے اپنے پیغمبروں کی وساطت سے اتارا ہے، اُس میں بھی ہمیشہ یہی ہدایت کی گئی ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے، اِس لیے اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، مگر افسوس کہ لوگوں کی اکثریت اِس سے بے خبر ہے۔

۵۹؎ اوپر گزر چکا ہے کہ یہ بادشاہ کا ساقی تھا، اِس لیے آقا سے مراد شاہ مصر ہے۔ یوسف علیہ السلام نے یہ خواہش اِس توقع کی بنا پر کی کہ یہ اپنے مشاہدات، بالخصوص خواب کی تعبیر بتانے کا واقعہ بادشاہ کو بتائے گا تو ہو سکتا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ
سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا
تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾
وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

(پھر ایک دن) بادشاہ نے (اپنے دربار کے لوگوں سے) کہا: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی ہیں (اور وہ بھی ہری بالیوں کو کھا رہی ہیں)[۶۱]۔ دربار کے لوگو، مجھے خواب کی تعبیر بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو[۶۲]۔ لوگوں نے کہا: یہ پریشان خواب ہیں اور ہم اِس طرح کے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے[۶۳]۔ اُن دو قیدیوں میں سے جو چھوٹ گیا تھا اور اُسے ایک مدت کے بعد یاد پڑا[۶۴]، اُس نے کہا: میں آپ لوگوں کو اِس کی تعبیر بتاؤں گا۔ سو مجھے ذرا (قید خانے میں یوسف کے پاس) بھیج دیجیے[۶۵]۔ ۴۳-۴۵

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کہ ایسی کوئی ضرورت وہاں بھی پیش آ جائے اور اِس طرح اِس مظلومانہ قید سے رہائی کی صورت پیدا ہو۔

۶۰؎ اصل الفاظ ہیں: 'فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ'۔ اِس میں 'ذِكْرَ رَبِّهٖ' کی اضافت اُسی نوعیت کی ہے جو 'مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ' وغیرہ میں ہے۔ انسان کو نیکی کے کاموں سے شیطان ہی غافل کرتا ہے، مگر اِس کی مہلت اُسے خدا کے اذن سے ملتی ہے۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا ابھی یہی تھا کہ حضرت یوسف کچھ سال اور اِسی طرح قید خانے میں گزاریں۔ چنانچہ وہ شخص جیل سے باہر آیا تو اُسے بالکل یاد نہیں رہا کہ زنداں کے ساتھی نے اُس سے کیا بات کہی تھی۔

۶۱؎ یہ حصہ آیت میں محذوف ہے۔ آگے آیت ۴۸ میں اِس کی وضاحت ہو گئی ہے۔

۶۲؎ اِس آخری فقرے سے مترشح ہے کہ بادشاہ اگرچہ اپنے اِس خواب سے بہت زیادہ متاثر تھا، مگر یہ بھی جانتا تھا کہ اِس کی تعبیر بتانا اتنا آسان نہیں ہے۔

۶۳؎ یہ فقرہ اُنھوں نے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا خواب بامعنی ہوتا تو ضرور ہم اُس کی تعبیر بتاتے، لیکن یہ تو بالکل پریشان خواب ہے، اِس لیے مطمئن ہو جائیے، اِس طرح کے خوابوں کی کوئی

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ

(اُس نے جا کر کہا): یوسف، اے سراپا راستی،[۶۶] ہمیں سات موٹی گایوں کے بارے میں بتاؤ جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری اور دوسری سات سوکھی بالیوں کے بارے میں، اِس لیے کہ میں لوٹ کر اُن لوگوں کے پاس جاؤں تاکہ (اٹکل کے تیر چلانے کے بجاے) وہ بھی جان لیں (کہ اِس خواب کی حقیقت کیا ہے)۔ یوسف نے کہا: سات برس تک تم برابر کھیتی کرو گے، لہٰذا جو فصل تم کاٹو، اُس میں سے تھوڑا سا نکال کر جو تم کھاؤ گے، باقی سب اُس کی بالیوں میں چھوڑ دو (تاکہ خراب نہ ہو)۔ اِس کے بعد پھر سات برس بہت سخت آئیں گے جو تھوڑی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ کر لو گے، وہ غلہ کھا جائیں گے جو اُن برسوں کے لیے تم نے فراہم کیا ہو گا۔[۶۷] اِس کے بعد پھر ایک سال ایسا

تعبیر نہیں ہوتی۔

۶۴؎ یہ بھی خدا کے اذن سے ہوا، اِس لیے کہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ یوسف قید سے باہر آئیں اور مصر کے سیاہ و سفید کے مالک بن جائیں۔

۶۵؎ قرآن نے یہاں بھی اپنے اسلوب کے مطابق تفصیلات حذف کر دی ہیں۔ بائیبل اور تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس شخص نے پہلے یوسف علیہ السلام اور جیل میں اُن سے اپنی ملاقات اور خوابوں کی تعبیر پوچھنے کا پورا قصہ بادشاہ اور اُس کے درباریوں کو تفصیل کے ساتھ سنایا، اِس کے بعد اُن سے کہا کہ مجھے جانے دیجیے، میں اِس خواب کی تعبیر بھی اُنھی سے پوچھ کر آتا ہوں۔

۶۶؎ یہ خطاب بتا رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو وہ محض خوابوں کی تعبیر بتانے والا ایک شخص نہیں سمجھتا تھا، بلکہ جیل

فِیۡهِ یَعۡصِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾

وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّكَ فَسۡئَلۡهُ مَابَالُ النِّسۡوَةِ الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیۡ بِکَیۡدِهِنَّ عَلِیۡمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطۡبُکُنَّ

آئے گا کہ جس میں (باران رحمت سے) لوگوں کی فریادرسی کی جائے گی[۶۸] اور وہ اُس میں انگور نچوڑیں گے۔[۶۹] ۴۶-۴۹

(یہ تعبیر دربار میں سنائی گئی تو) بادشاہ نے کہا: اُسے میرے پاس لاؤ۔ مگر جب قاصد یوسف کے پاس (اُسے لینے کے لیے) پہنچا تو اُس نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔[۷۰] میرا پروردگار تو اُن کے فریب سے

میں اپنے تجربات کی بنا پر جان چکا تھا کہ آپ فی الواقع ایک پیکر صداقت اور صدق مجسم شخصیت ہیں جو خوابوں کی تعبیر بھی بتا دیتے ہیں۔

۶۷۔ یوسف علیہ السلام نے صرف تعبیر نہیں بتائی، اُس کے ساتھ اُس تدبیر کی طرف بھی رہنمائی فرما دی ہے جو قحط کے اِن سات برسوں کی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے اختیار کرنی چاہیے۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مستقبل کی منصوبہ بندی کے بارے میں قرآن کا نقطۂ نظر صوفیانہ مذاہب سے کس قدر مختلف ہے۔

۶۸۔ اصل میں لفظ 'یُغَاثُ' آیا ہے۔ یہ 'غوث' سے ہے۔ تاہم اِس کے لازم کی حیثیت سے اِس کا ترجمہ بارش بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن ہم نے اِسے لغوی مفہوم میں لیا ہے تاکہ قحط سے جو ہمہ گیر اثرات لوگوں پر ہوں گے، اُن کی پوری تصویر سامنے آجائے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا غیر معمولی ہو گا کہ لوگ چیخ اُٹھیں گے اور اپنے پروردگار کے آگے رونے اور گڑگڑانے پر مجبور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ بالآخر اُن کی فریاد سن لی جائے گی۔

۶۹۔ اصل میں لفظ 'یَعۡصِرُوۡنَ' آیا ہے۔ اِس کی جگہ کوئی دوسری تعبیر بھی اختیار کی جا سکتی تھی، لیکن پوچھنے والا چونکہ بادشاہ کا ساقی تھا، اِس لیے اِس لفظ کا انتخاب کیا گیا جس سے ایک خاص لطف کلام میں پیدا ہو گیا ہے۔

۷۰۔ یوسف علیہ السلام کی جگہ کوئی اور ہوتا تو رہائی کا مژدہ پا کر فوراً ساتھ ہو لیتا، مگر اُنھوں نے اصرار کیا کہ پہلے اُس معاملے کی تحقیق کی جائے جس کو بہانہ بنا کر مجھے جیل بھیجا گیا تھا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِہٖ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡہِ مِنۡ سُوۡٓءٍ قَالَتِ
امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡئٰنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ اَنَا رَاوَدۡتُّہٗ عَنۡ نَّفۡسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۵۱﴾
ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ لَمۡ اَخُنۡہُ بِالۡغَیۡبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۲﴾
وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ

خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے اُنھیں (بلاکر) پوچھا: تمھارا کیا ماجرا ہے، جب تم نے یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی؟[1] سب نے گواہی دی کہ حاشا للہ، ہم نے اُس میں برائی کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا۔ عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی: اب حق کھل چکا ہے۔ میں نے ہی اُس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ اِس میں شبہ نہیں کہ وہ بالکل سچا ہے۔۵۰-۵۱

(یوسف نے کہا): اِس سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز یہ جان لے کہ میں نے درپردہ اُس کی خیانت نہیں کی تھی اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں، اُن کی چال کو اللہ چلنے نہیں دیتا۔[2] میں کچھ اپنے نفس کی براءت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو برائی پر اکساتا ہی ہے، مگر جب میرا پروردگار رحم فرمائے۔[3] حقیقت یہ ہے کہ میرا

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

”...حضرت یوسف کے اِس ارشاد کی تہ میں اتر کر غور کیجیے تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ اُنھوں نے مجرد بادشاہ کے وقتی حسن ظن سے فائدہ اٹھا کر اپنی رہائی اور بادشاہ کے تقرب کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ سب سے زیادہ اہمیت الزام سے براءت کو دی اور اپنی سچائی اور اپنے رب پر اُنھیں اِس درجہ اعتماد تھا کہ اِس بات کی ذرا پروانہ ہوئی کہ فریق ثانی اُنھیں ملزم بنانے کے لیے کیا دروغ بافیاں کر سکتا ہے۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۲۲۴)

۱؎ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ اُس وقت تک یہ حقیقت بادشاہ پر بھی بڑی حد تک واضح ہو چکی تھی کہ سارا چھل فریب عورتوں ہی کا تھا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اصل یہ ہے کہ سچائی اپنے ظہور کے لیے صبر کا مطالبہ کرتی ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ اُس کو اختیار کر لے اور جو صبر اُس کے لیے مطلوب ہے، اُس کا حق ادا کر دے تو وہ وقت لازماً آتا ہے، جب اُس کی صداقت کی صداے بازگشت درودیوار سے سنائی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ دشمن بھی...اُس کی گواہی دیتے ہیں۔“ (تدبر قرآن ۴/ ۲۲۴)

۲؎ یہ حضرت یوسف نے معاملے کی تحقیق پر اپنے اصرار کی وجہ بتائی ہے۔ اِس کا موقع غالباً اُس وقت آیا ہو گا،

رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

پروردگار بڑا بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔۵۲-۵۳

جب قید خانے میں اُنھیں تحقیقات کے نتائج بتائے گئے ہوں گے۔

۳ے اصل الفاظ ہیں: 'اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ'۔ اِن میں 'مَا' ہمارے نزدیک زمان کے معنی میں ہے۔ ترجمے میں اُسی کی رعایت ملحوظ ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com